قرطاس ابیض کے الزامات کا جواب

مسلمانان ہند کے مفادات کا تحفظ اور جماعت احمدیہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مارچ ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل قرآنی آیات تلاوت کیں:

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ
وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ
مِّنْ زَوَالٍ ۙ﴿۴۵﴾ وَّ سَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا
اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۶﴾
وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ
مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۷﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ
وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ؕ﴿۴۸﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ
غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۹﴾
وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۚ﴿۵۰﴾ سَرَابِيْلُهُمْ
مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۙ﴿۵۱﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ
كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۲﴾ هٰذَا بَلٰغٌ

لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۝ (ابراہیم: ۴۵-۵۳)

پھر فرمایا:

یہ آیات کریمہ جن کی میں نے تلاوت کی ہے سورۃ ابراہیم کی آخری چند آیات ہیں۔ اس خطبہ میں اِن آیات کی تفصیل پیش کرنے کا تو موقع نہیں ہوگا اس لئے میں صرف ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ کو نام نہیں لیا گیا لیکن آپؐ ہی مخاطب ہیں تو لوگوں کو اُس دن کے عذاب سے ڈرایا اُس دن سے ڈرا جس دن ایک عذاب آئے گا اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کئے ہیں وہ اپنے رب کے حضور یہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے خدا اس مدت کو یا اس مقدر کو کچھ عرصہ کے لئے ٹال دے۔ اس صورت میں اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ ہم ضرور تیری دعوت کو قبول کریں گے اور رُسل کی پیروی کریں گے۔ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ کیا تم وہی لوگ نہیں ہو جو اِس سے پہلے قسمیں کھایا کرتے تھے کہ تمہارے لئے کوئی زوال نہیں ہے۔ یہاں وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ الفاظ خاص طور پر قابل ذکر ہیں اگر چہ اس کی تفصیل کا تو وقت نہیں لیکن اس آیت کے ان الفاظ کا ایک دوسری پیشگوئی سے ایک گہرا تعلق ہے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ۝ (المرسلت: ۱۲) ایک وقت آنے والا ہے جب کہ رسولوں کو وقت مقررہ پر لایا جائے گا۔ مفسرین یہ سمجھتے ہیں کہ یہ قیامت کے دن کی بات ہے لیکن اس مکالمہ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ اسی دنیا کی بات ہے اور اسی دنیا میں عذاب سے مہلت مانگی جائے گی اور یہ کہا جائے گا کہ اگر ہمیں مہلت ملے تو ہم استغفار کریں گے اور رُسُل کی پیروی کریں گے۔ اسی ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو مخاطب کر کے ان الفاظ کا ذکر فرمایا جَرِيُّ اللّٰهِ فِي حُلَلِ الْاَنْبِيَآءِ (تذکرہ صفحہ: ۶۳) اللہ کا پہلوان نبیوں کے لبادہ میں۔

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا تم انہی لوگوں کے مساکن میں رہتے ہو یا رہتے رہے ہو جنہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا تھا اور تم پر خوب کُھل چکا ہے

کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور ہم نے تمہارے سامنے بہت سی مثالیں کھول کھول کر پیش کیں مگر افسوس وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ ان لوگوں نے اپنے مکر کو انتہا تک پہنچا دیا وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ لیکن اللہ کے علم میں ان کے مکر کی ہر کیفیت ہے اور ان کے ہر مکر کا جواب خدا کے پاس ہے۔ خواہ ان کے نزدیک اُن کے مکر ایسے ہوں کہ جو پہاڑوں کو بھی اپنی جگہوں سے ہلا دیں۔ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ تو ہرگز یہ گمان مت کر کہ اللہ اپنے رسولوں کے ساتھ جو وعدے کیا کرتا ہے وہ انہیں ٹال دیتا ہے اور وعدہ خلافی سے کام لیتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت غالب اور انتقام لینے والا ہے۔ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ کہ جس دن زمین ایک اور زمین میں تبدیل کردی جائے گی اور آسمان بھی بدل دیا جائے گا۔ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اور وہ خدائے واحد وقہار کے حضور نکل کھڑے ہوں گے۔ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ کے الفاظ کہ زمین تبدیل کردی جائے گی، انہی الفاظ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی الہام ہوا۔ وہ الہام زیادہ الفاظ پر مشتمل ہے۔ اس کے ایک حصہ کے الفاظ یہ ہیں یوم تبدل الارض غیر الارض (تذکرہ صفحہ:۱۸۹) جس کا تفصیلی ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا کہ زمین کے باشندوں کے خیالات اور رائیں بدلائی جائیں گی۔ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ یعنی ان کے کرتے اور قمیصیں تارکول کی بنی ہوئی ہوں گی اور تو ان کے چہروں پر سیاہی کو چڑھتا ہوا دیکھے گا تا کہ خدا تعالیٰ ہر جان کو اس کے مطابق جزا دے جو اس نے کمایا اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ یہ لوگوں کے لئے پیغام ہے تا کہ وہ اس کے ذریعہ ڈرائے جائیں اور تا کہ وہ جان لیں کہ اللہ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ہے اور تا کہ وہ جو عقل رکھتے ہیں وہ ان باتوں سے نصیحت پکڑیں۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ان آیات پر تفصیلی گفتگو کا تو وقت نہیں ہے لیکن جو خطبہ آج دیا جائے گا اس کا ایک حصہ عملاً ان آیات کی تفسیر ہی ہے اور اولوا الالباب پر اس کا روشن ہونا کوئی مشکل نہیں، اہل بصیرت ان حصوں پر سے گزرتے ہوئے خود سمجھ جائیں گے کہ قرآن کریم کی ان آیات کا اس مضمون کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

اس سلسلہ خطبات میں مَیں یہ بیان کر رہا تھا کہ جماعت احمدیہ کو حکومت پاکستان کے

قرطاس ابیض میں اسلام اور مسلمان ممالک کی غدار جماعت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ جہاں تک مسلمانان ہند کی تاریخ کا تعلق ہے اس کے دو حصے ہیں ایک پاکستان کے قیام سے قبل اور ایک پاکستان کے قیام کے بعد۔ قیام پاکستان سے قبل کے جو اہم واقعات ہیں اُن میں سے چند ایک میں نے گزشتہ خطبہ میں نمونۃً پیش کئے تھے اور چند ایک کا آج کے لئے انتخاب کیا ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ جب بھی برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں پر کوئی بھی مصیبت ٹوٹی یا کسی رنگ میں ان کی مذہبی دل آزاری ہوئی تو خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت احمدیہ ان مشکلات کو دور کرنے میں اور اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کے لئے صف اول کے قربانیاں کرنے والے لوگوں میں شامل تھی بلکہ بسا اوقات یہ جدو جہد جو مختلف وقتوں میں شروع ہوتی رہی اس کا سہرا کلیۃً جماعت احمدیہ کے سر تھا اور وہی اس جہاد کی علمبردار رہی۔ گو دوسرے مسلمان شرفاء نے بھی شرکت کی اور جماعت احمدیہ کے ساتھ بہت تعاون کیا۔

لیکن وہ عظیم تحریکات جو حقیقۃً مسلمانوں کی خدمت کے لئے گزشتہ دور میں برصغیر پاک و ہند میں چلائی گئیں ان میں زیادہ تر راہنمائی اور زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ جماعت احمدیہ کو ملتی رہی۔

ہندوستان میں جن سالوں میں خاص طور پر مسلمانوں کی دل آزاری کی گئی ہے اُن میں سے ۱۹۲۷ء کا سال خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہ وہ سال ہے جس میں بدنام اور نہایت ہی رسوائے عالم کتاب ’’رنگیلا رسول‘‘ لکھی گئی اور آنحضرت ﷺ کی مقدس ذات پر اس قدر خوفناک اور کریہہ حملے کئے گئے کہ اُن کے تصور سے بھی مسلمان کا خون کھولنے لگتا ہے اور ابھی یہ صدمہ کم نہیں ہوا تھا بلکہ اس کے مصنف راجپال کے خلاف ایک مہم جاری تھی کہ ایک اور آریہ رسالہ ’’ورتمان‘‘ میں ایک ہندو عورت نے آنحضرت ﷺ کے متعلق ایک ایسا ناپاک مضمون لکھا کہ کوئی شریف النفس انسان اس کو پڑھ بھی نہیں سکتا۔ مسلمان تو مسلمان کوئی دوسرا بھی اس کو پڑھے تو حیران ہو کہ یہ کیسی سیاہ کار عورت ہے جس کے قلم سے ایسے حیوانہ کلمات ایک مذہب کے بانی کے متعلق نکل رہے ہیں۔ ایک عام مذہب کے بانی کے متعلق بھی کوئی شریف انسان اس قسم کے کلمات نہیں کہہ سکتا مگر سید ولد آدمؐ کے متعلق جو سب پاکوں سے بڑھ کر پاک تھے، جو سب سیدوں سے بڑھ کر سید تھے، سب سرداروں سے بڑھ کر سردار

تھے، جن کی خاطر کائنات کو پیدا کیا گیا اور جو نہ صرف خود پاک بلکہ دوسروں کو پاک بنانے والے تھے جوز کی ہی نہیں بلکہ مزکی بھی تھے، جن کی برکت اور فیض سے انبیاء پاک بنائے گئے ان کے متعلق ایسے ناپاک حملے تھے کہ قلم میں یارا نہیں کہ ان حملوں کا ذکر بھی کر سکے۔ ایسے موقع پر ان مخالفانہ حملوں کے خلاف جو تحریک اٹھی اور مسلمانوں کو اس سلسلہ میں جو عظیم الشان جدوجہد کرنا پڑی۔ سوال یہ ہے کہ اس کا سہرا کانگریسی علماء کے سر تھا یا مودودی علماء کے سر تھا یا جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی کہ اس نے عظیم جدوجہد میں نہ صرف غیر معمولی طور پر حصہ لیا بلکہ اس کی سیادت کی توفیق پائی۔

مضمون چونکہ لمبا ہونے کا خطرہ تھا اس لئے میں نے مختصراً ہندوستان کے ایک مسلمان اخبار کا ایک اقتباس آپ کے سامنے پیش کرنے کے لئے چنا ہے اور اسی طرح میں آپ کے سامنے دو ہندو اخبارات کے اقتباسات بھی رکھتا ہوں۔ ان سے یہ بات خوب کھل جائے گی کہ عالم اسلام کے ان دردناک لمحات میں سب سے زیادہ درد کس جماعت کو تھا اور کس کے رہنما نے غیر معمولی شدت کے ساتھ جوابی حملے کئے۔ اخبار ''مشرق'' گورکھپور اپنی اشاعت ۲۳ رستمبر ۱۹۲۷ء میں لکھتا ہے۔

''جناب امام جماعت احمدیہ کے احسانات تمام مسلمانوں پر ہیں''

دور حاضر کے قدر نا شناس اگر ان کو بھول جائیں تو یہ ان کی مرضی ہے لیکن اخبار ''مشرق'' گورکھپور لکھتا ہے کہ مسلمانوں پر تو بہر حال احسان ہے جو دائرہ مسلمانی سے نکلنا چاہتا ہے اس کی مرضی ہے کہ وہ نکل جائے لیکن قیامت تک ان احسانات کا ذکر مسلمانوں پر احسانات کے طور پر چلتا رہے گا۔

اخبار مذکور لکھتا ہے:

''آپ ہی کی تحریک سے ورتمان پر مقدمہ چلایا گیا۔ آپ ہی کی جماعت نے ''رنگیلا رسول'' کے معاملہ کو آگے بڑھایا، سرفروشی کی اور جیل خانے جانے سے خوف نہیں کھایا۔ آپ ہی کے پمفلٹ نے جناب گورنر صاحب بہادر کو انصاف اور عدل کی طرف مائل کیا۔ آپ کا پمفلٹ ضبط کر لیا گیا مگر اس کے اثرات کو زائل نہیں ہونے دیا اور لکھ دیا کہ اس پوسٹر کی ضبطی محض اس لئے ہے کہ اشتعال نہ بڑھے اور اس کا تدارک نہایت ہی عادلانہ فیصلے سے کر دیا اور اس وقت ہندوستان میں جتنے فرقے مسلمانوں میں ہیں سب کسی نہ کسی وجہ سے

انگریزوں یا ہندوؤں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہورہے ہیں“

یہ آپ کے آزاد اخبارات کی کل کی باتیں ہیں، ان شرفاء کی جن کو انصاف کا کچھ پاس تھا جو تاریخ کو مسخ کرنے کے قائل نہیں تھے جو حق بات کو حق کہنے کی جرأت رکھا کرتے تھے وہ یہ کہہ رہے تھے۔

اخبار مذکور مزید لکھتا ہے:

”جتنے فرقے مسلمانوں میں ہیں سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا ہندوؤں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہورہے ہیں صرف ایک احمدی جماعت ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کسی فرد یا جمعیت سے مرعوب نہیں ہے اور خاص اسلامی کام سرانجام دے رہی ہے“

یہ تو مسلمان اخبار لکھ رہے تھے۔ ہندو اخبارات کے نزدیک بھی اس دور میں سب سے زیادہ شدید جوابی حملہ کرنے والے احمدی ہی تھے۔ یعنی جن کے ساتھ مقابلہ تھا اب ان کی آواز سنئے اور وہ ہندو اس سے استفادہ کر کے وہی کام کر رہے تھے جو آج احرار کر رہے ہیں۔ اس زمانہ میں ہندو مسلمانوں کو احمدی مسلمانوں سے لڑانے کے لئے بھرپور کوشش کر رہے تھے اور ان کو بار بار یہ بتا رہے تھے کہ احمدی غیر مسلم ہیں۔ یعنی احرار کا کام اس وقت آریہ سماجیوں نے سنبھالا ہوا تھا اور وہ مسلمانوں کو کہہ رہے تھے۔ بے وقوفو! احمدی تو غیر مسلم ہیں ان کے پیچھے کیوں لگتے ہو۔ ان کے پیچھے لگ کر اپنے رسول کی غیرت کیوں دکھا رہے ہو، یہ جانیں قربان کرتے ہیں تو انہیں مٹنے دو تمہارا **(نعوذ باللہ من ذالک)** اس رسول سے کیا تعلق جس کی خاطر احمدی سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس اخبار کے الفاظ سنیں:

”مرزائیوں یا احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں میں اس قدر اختلاف رائے ہے کہ مرزائی مسلمانوں کو، مسلمان مرزائیوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ ابھی کل کا ذکر ہے کہ ایک مسلمان نے مولوی کفایت اللہ صدر جمعیت العلماء دہلی سے مرزائیوں کے متعلق فتویٰ طلب کیا تھا۔ آپ نے جو فتویٰ دیا وہ جمعیت علماء کے آرگن ”الجمعیۃ“ دہلی کے کالموں میں شائع ہوا۔ اس میں مولانا کفایت اللہ نے مرزائیوں کو کافر قرار دیتے ہوئے ان کے ساتھ زیادہ میل جول بڑھانے کو

بُرا قرار دیا ہے“

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی گستاخی کرنے والے یہ لوگ مسلمانوں کو احمدیوں کے خلاف انگیخت کر رہے ہیں اور یہ پیغام دے رہے ہیں کہ ہم تم تو بھائی بھائی ہیں اس لئے ان احمدیوں کے پیچھے پڑو جو حضرت محمد رسول کریم ﷺ کی غیرت رکھتے ہیں۔ایک آواز آج اٹھ رہی ہے کہ ہم تم بھائی بھائی ہیں اور ایک آواز کل بھی اٹھی تھی کہ ہم تم بھائی بھائی ہیں۔آج بعض نادان مسلمانوں کی طرف سے یہ آواز اٹھی ہے جبکہ پہلے آریہ صاحبِ ہوش لوگوں کی طرف سے یہ آواز اٹھی تھی اور فتنہ پھیلانے کے لئے استعمال کی گئی تھی۔اخبار لکھتا ہے کہ یہ مولانا کفایت اللہ کا فتویٰ ہے جو ہم تمہیں بتا رہے ہیں اور جس کا تمہیں علم نہیں کہ احمدیوں سے میل جول بھی منع ہے۔

”مگر مرزائیوں کی چالاکی، ہوشیاری اور خوش قسمتی ملاحظہ ہو جو مسلمان ان کو کافر قرار دیتے ہیں ان کے ہی لیڈر مرزائی بنے ہوئے ہیں اس وقت لاہور کے بدنام اخبار ”مسلم آؤٹ لک“ کے ایڈیٹر اور پرنٹر پبلشر کے قید ہونے پر تمام ہندوستان کے مسلمان ایک غیر معمولی مگر فرضی جوش کا اظہار کر رہے ہیں اور ’مسلم آؤٹ لک‘ کی پیروی کے لئے بے قرار ہوئے پھرتے ہیں۔اخبار ”مسلم آؤٹ لک“ کے متعلق ہمیں یہ معلوم کر کے از حد حیرت ہوئی ہے کہ اس کے ایڈیٹر مسٹر دلاور شاہ بخاری احمدی تھے۔(جنہوں نے ورتمان کے مضمون پر جوابی حملہ کیا تھا) اور جب ہائیکورٹ کا نوٹس اُن کے نام آیا تو وہ مرزا قادیانی کے پاس گئے تا کہ اپنے ڈیفنس یا طرز عمل کے متعلق اس کی رائے لیں۔مرزا نے انہیں مشورہ دیا کہ معافی مانگنے کی بجائے قید ہو جانا بہتر ہے۔(محمد مصطفیٰ ﷺ کی غیرت کی خاطر اگر تم قید ہوتے ہو تو کوئی پرواہ نہیں۔ چنانچہ واقعہ یہی ہوا اور انہیں قید با مشقت کی سزا دی گئی اور انہوں نے بڑی خوشی سے اُسے قبول کیا۔چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ وہ مرزا قادیانی کے پاس گئے اور انہوں نے یہ مشورہ دیا) غرضیکہ ہر پہلو سے یہ ایک احمدی تحریک ہے۔“ (اخبار ”گوروگھنٹال“ لاہور ۱۱ر جولائی ۱۹۲۷ء)

کہاں ہیں آج کے مؤرخ پاکستان جو ساری اسلامی تاریخ کا حلیہ بگاڑنے کے درپے ہیں

اوران کے ہاتھوں سے لکھی ہوئی تاریخ پاکستان تو پہچانی نہیں جارہی۔ وہ تحریک جو آنحضرت ﷺ کی غیرت، محبت اور عشق میں اٹھی تھی اس میں جن لوگوں کے ساتھ مقابلہ تھا اور جن پر چوٹیں پڑ رہی تھیں وہ یہ کہہ رہے تھے ''غرضیکہ ہر پہلو سے یہ ایک احمدی تحریک ہے۔''

اسی طرح ''پرتاپ'' اور دوسرے اخباروں نے بھی اس مضمون پر قلم اٹھائے اور کھلم کھلا یہ تسلیم کیا کہ اصل جوابی حملہ جس سے ہمیں شدید خطرہ ہے اور ہمیں نقصان پہنچ رہا ہے وہ جماعت احمدیہ کی طرف سے ہے۔

دوسرا اہم موقع جو مسلمانان ہند کے لئے ایک نہایت ہی تکلیف دہ اور دردناک موقع تھا اور جس سے مسلمانوں کی سیاسی جمعیت اور سیاسی بقا کے خلاف ایک بہت بڑا خطرہ درپیش تھا اس کا آغاز کشمیر سے ہوا۔ جب کہ کشمیر کے ڈوگرہ مہاراجہ نے مسلمانوں کے حقوق تلف کرنے شروع کئے اور ایک ناپاک مثال قائم کی کہ جہاں بھی ہندو اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کو ان کے تمام حقوق سے محروم کر دیا جائے۔ اس موقع پر مسلمانوں میں شدید بے چینی کی لہر دوڑ گئی اور ہندوستان کے شمال سے جنوب تک اہل فکر و نظر نے یہ سوچنا شروع کیا کہ اس کا کوئی علاج ہونا چاہئے۔ چنانچہ اس زمانہ کے بڑے بڑے مفکرین اور سیاسی راہنماؤں کی نظریں قادیان کی طرف اٹھنے لگیں اور انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو خطوط کے ذریعے اور پھر پیامبر بھجوا کر توجہ دلائی کہ اگر آپ ہی اس کام کو سنبھالیں گے تو چل سکے گا ورنہ آپ کے بغیر یہ کشتی کنارے لگتی نظر نہیں آتی اور ان لوگوں میں ایک وہ بھی تھے جن کو آج جماعت احمدیہ کی مخالفت کرنے والے مسلمان لیڈروں میں سرفہرست پیش کیا جارہا ہے۔ یعنی ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال، جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے پرائیویٹ سیکرٹری شیخ یوسف علی صاحب کے نام ایک خط ۵ر ستمبر ۱۹۳۰ء کو لکھا۔ چونکہ اس قسم کے حوالہ جات زیادہ تر جماعت احمدیہ کے اخباروں میں چھپے تھے اس لئے عموماً غیر احمدی علماء عام مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ یہ جھوٹے حوالے ہیں جو ان کے اپنے اخبارات میں چھپے ہوئے ہیں۔ اس لئے میں نے ان حوالوں کی بجائے آپ کے سامنے پیش کرنے کے لئے سر علامہ اقبال کا یہ خط چنا ہے جو ان کے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے اور جس پر ان کے دستخط بھی موجود ہیں وہ لکھتے ہیں:

''چونکہ آپ کی جماعت منظم ہے اور نیز بہت سے مستعد آدمی اس

جماعت میں موجود ہیں اس واسطے آپ بہت مفید کام مسلمانوں کے لئے انجام دے سکیں گے۔

باقی رہا بورڈ کا معاملہ سو یہ خیال بھی نہایت عمدہ ہے۔ میں اس کی ممبری کے لئے حاضر ہوں۔ صدارت کے لئے کوئی زیادہ مستعد اور مجھ سے کم عمر کا آدمی ہو تو زیادہ موزوں ہوگا لیکن اگر اس بورڈ کا مقصد حکام کے پاس وفود لے جانا ہو تو ہمیں اس سے معاف فرمایا جائے۔ وفد بے نتیجہ ثابت ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مجھ میں اس قدر چستی اور مستعدی بھی باقی نہیں رہی بہر حال اگر آپ ممبروں میں میرا نام درج کریں تو اس سے پہلے باقی ممبروں کی فہرست ارسال فرمائیں‘‘۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس خط اور بعض دوسرے خطوط کے نتیجہ میں جو دوسرے مسلمان علماء اور سیاسی راہنماؤں کی طرف سے آپ کی خدمت میں لکھے گئے، ایک کانفرنس بلوانے کی تجویز کی۔ اس کانفرنس کا انعقاد شملہ میں نواب سر ذوالفقار علی صاحب کی کوٹھی پر ۱۹۳۱ء میں ہوا۔ اس کانفرنس میں جو بڑے بڑے راہنما شامل ہوئے ان میں سے چند نام میں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں۔ شمس العلماء خواجہ حسن نظامی، سر میاں فضل حسین صاحب، سر محمد اقبال صاحب، سر ذوالفقار علی خان صاحب، جناب نواب صاحب کنج پورہ، خان بہادر شیخ رحیم بخش صاحب، سید محمد محسن شاہ صاحب ایڈووکیٹ، مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی (امرتسر)، مولوی نورالحق صاحب مالک، ’’مسلم آؤٹ لک‘‘، سید حبیب صاحب ایڈیٹر ’’سیاست‘‘ وغیرھم۔ اس کے علاوہ مولوی میرک شاہ صاحب سابق پروفیسر دیو بند نمائندہ کشمیر کی حیثیت سے اور اللہ رکھا صاحب ساغر نمائندہ جموں کی حیثیت سے اس میں شامل ہوئے۔ اس کانفرنس کے آخر پر علامہ سر محمد اقبال نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا نام پیش کیا اور کہا کہ:

’’میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ اگر اس کشمیر موومنٹ کو کامیاب بنانے کے ارادے ہیں تو جماعت احمدیہ کے امام مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سوا اور کوئی اہل نہیں۔‘‘

یہ آواز اُٹھتے ہی ہر طرف سے تائیدی آوازیں بلند ہونے لگیں اور بالا تفاق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو اس کانفرنس کا صدر منتخب کرلیا گیا۔ڈاکٹر علامہ اقبال نے فرمایا:

''حضرت صاحب! جب تک آپ اس کام کو اپنے ہاتھ میں صدر کی حیثیت سے نہ لیں گے یہ کام نہیں ہوگا''

(رسالہ لاہور ۵/اپریل ۱۹۶۵ء صفحہ:۱۲ کالم۲)

یہ تو ایک لمبی داستان ہے کہ جماعت احمدیہ نے مسلمانانِ ہند کے مفادات کے تحفظ کے لئے کتنی عظیم الشان قربانیاں دی ہیں۔ کشمیر میں ہر طرف، ہر گل بوٹے میں اس کی یادیں بکھری پڑی ہیں۔ جماعت کے بڑے بڑے عالم کیا اور ان پڑھ کیا، امیر کیا اور غریب کیا سبھی اپنے خرچ پر وہاں جاتے تھے اور مسلمانوں کی بے انتہا خدمت کرتے تھے اور ان پر کوئی بوجھ نہیں بنتے تھے۔ لٹریچر تقسیم کرتے اور کشمیر کے اس وقت کے راجہ کے مظالم کا شکار ہوتے تھے اور قید کئے جاتے۔ پھر وکلاء کے قافلے وقف کر کے جاتے اور ان مسلمان بھائیوں کی خاطر مقدمے لڑتے تھے جنہیں سزائیں ملتی تھیں۔ پس یہ ایک بہت بڑی داستان ہے اور سینکڑوں صفحات کی کتابیں اس مضمون پر لکھی گئی ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ تاریخ کشمیر کا ذکر اور جماعت احمدیہ کی عظیم الشان خدمات کے بغیر وہ تاریخ تاریخ کہلا سکے۔ اس وقت میں یاددہانی کے طور پر آپ کے سامنے اس وقت کے بعض مسلمان اخبارات اور رسائل کے دو تین اقتباس پیش کرتا ہوں۔ اخبار ''سیاست'' کے مدیر مولانا سید حبیب صاحب اپنی کتاب ''تحریک قادیان'' میں لکھتے ہیں:

''مظلومین کشمیر کی امداد کے لئے صرف دو جماعتیں پیدا ہوئیں۔''

سید حبیب کی اس کتاب کے نام سے ہی پتہ چلتا ہے کہ یہ مخالفانہ کتاب ہے لیکن اس زمانہ میں مخالفوں میں بھی کچھ نہ کچھ خدا کا خوف پایا جاتا تھا اور بسا اوقات حق تسلیم کرنے پر مجبور ہو جایا کرتے تھے۔ مدیر موصوف یہ وضاحت کر رہے ہیں کہ یہ لوگ آخر کیوں جماعت احمدیہ کے ساتھ شامل ہوئے اور اس تحریک میں حصہ لیا جس کی سربراہی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کر رہے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''مظلومین کشمیر کی امداد کے لئے صرف دو جماعتیں پیدا ہوئیں۔

ایک کشمیر کمیٹی، دوسری احرار، تیسری جماعت نہ کسی نے بنائی نہ بن سکی۔ احرار پر مجھے اعتبار نہ تھا اور اب دنیا تسلیم کرتی ہے کہ کشمیر کے یتامیٰ، مظلومین اور بیواؤں کے نام سے روپیہ وصول کر کے احرار شیر مادر کی طرح ہضم کر گئے (یہ وہی احرار ہیں جو آج پاکستان پر مسلط کئے جارہے ہیں) ان میں سے ایک لیڈر بھی ایسا نہیں جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اس جرم کا مرتکب نہ ہوا ہو۔ کشمیر کمیٹی نے انہیں دعوت اتحاد وعمل دی مگر اس شرط پر کہ کثرت رائے سے کام ہو اور حساب باقاعدہ رکھا جائے۔ انہوں نے دونوں اصولوں کو ماننے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا میرے لئے سوائے ازیں چارہ نہ تھا کہ میں کشمیر کمیٹی کا ساتھ دیتا اور میں بانگ دہل کہتا ہوں کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب صدر کشمیر کمیٹی نے تندہی، محنت، ہمت، جانفشانی اور بڑے جوش سے کام کیا اور اپنا روپیہ بھی خرچ کیا اور اس کی وجہ سے میں ان کی عزت کرتا ہوں''۔ (صفحہ:۴۲)

مولانا عبدالمجید سالک مدیر ''انقلاب'' اپنی کتاب ''سرگزشت'' میں لکھتے ہیں کہ:

''جب احرار نے احمدیوں کے خلاف بلاضرورت ہنگامہ آرائی شروع کر دی اور کشمیر کی تحریک میں متخالف عناصر کی ہم مقصدی و ہم کاری کی وجہ سے جو قوت پیدا ہوئی تھی اس میں رخنے پڑ گئے تو مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے کشمیر کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور ڈاکٹر اقبال اس کے صدر مقرر ہوئے کمیٹی کے بعض ممبروں اور کارکنوں نے احمدیوں کی مخالفت محض اس لئے شروع کر دی کہ وہ احمدی ہیں۔ یہ صورت حال مقاصد کشمیر کے اعتبار سے سخت نقصان دہ تھی۔'' (سرگزشت صفحہ:۳۳۸)

اب سنئے کہ اس وقت ہندو پریس کیا لکھ رہا تھا اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی کس جماعت سے خطرہ نظر آرہا تھا اور ان کے نزدیک کون تھا جو مسلمانان کشمیر کے لئے بے قرار ہو کر میدانِ عمل میں کود پڑا تھا۔ اس بارے میں اخبار ''ملاپ'' یکم اکتوبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۵ پر لکھتا ہے:

''مرزا قادیانی نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی اس غرض سے قائم کی ہے تا کہ

کشمیر کی موجودہ حکومت کا خاتمہ کر دیا جائے اور اس غرض کے لئے انہوں نے کشمیر کے گاؤں گاؤں میں پروپیگنڈا کیا۔۔۔۔۔۔انہیں روپیہ بھیجا، ان کے وکیل بھیجے، شورش پیدا کرنے والے واعظ بھیجے۔ شملہ میں اعلیٰ افسروں کے ساتھ ساز باز کرتا رہا‘‘۔

پاکستان کے سربراہوں سے میں یہ پوچھتا ہوں کہ تم جس جماعت کو آج مسلمانوں کے خلاف ساز باز کرنے والے قرار دے رہے ہو اس کے متعلق کچھ خدا کا خوف کرو، اس جماعت پر غیر تو یہ الزام لگاتے ہیں اور ہمیشہ لگاتے رہے ہیں کہ یہ جماعت مسلمانوں کے حق اور خیر خواہی میں ساز باز کرنے والی جماعت ہے اور قرآنی الفاظ میں اگر یہ جماعت أُذُنٌ ہے تو أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ (التوبہ:۶۱) یعنی تمہاری بھلائی اور خیر خواہی کے کان رکھتی ہے نہ کہ تمہاری بدی کے کان۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ذکر کرتے ہوئے اخبار ’’ملاپ‘‘ ۳۰ر ستمبر ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ:

’’کشمیر میں قادیانی شرارت کی آگ لگائی۔ واعظ گاؤں گاؤں گھومنے لگے۔ چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ چھپوائے گئے، اردو میں بھی اور کشمیری زبان میں بھی اور انہیں ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر مفت تقسیم کیا گیا۔ مزید برآں روپیہ بھی بانٹا گیا‘‘۔ (صفحہ:۵)

برصغیر کی تاریخ میں سب سے اہم دَور جو مسلمانوں کی تقدیر بنانے والا دور کہلا سکتا ہے، جس میں بقا کی جدوجہد اور بقا کی جنگ بڑی شدت کے ساتھ لڑی جا رہی تھی وہ قیام پاکستان سے قبل کی تاریخ کا دور ہے۔ اُس وقت مسلمان زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ اُس وقت مسلمانوں کو ایک ایسی پناہ گاہ چاہئے تھی جہاں وہ مخالفانہ طاقتوں کے استبداد سے محفوظ رہ سکیں، جہاں نہ ان کے دین کو کوئی خطرہ ہو، نہ اُن کی سیاست کو کوئی خطرہ ہو، نہ ان کی معیشت کو کوئی خطرہ ہو۔ چنانچہ اس پناہ گاہ کی تلاش میں مختلف وقتوں میں مختلف مسلمان اہل فکر نے کچھ تصورات باندھے، کچھ خوابیں دیکھیں، کچھ نقشے تعمیر کئے اور رفتہ رفتہ پاکستان کا نقشہ یوں ابھرنے لگا کہ گویا وہ ساری ملت اسلامیہ کی آواز تھی۔ اس انتہائی اہم دور میں جماعت احمدیہ کا کردار کیا تھا۔ جن کے متعلق آج یہ کہا جا رہا ہے کہ

احمدیوں کے لئے مسلمان ممالک مہلک ثابت ہوتے ہیں اس لئے وہ برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی مسلمان ملک قائم رہ جائے۔ کجا یہ کہ وہ کسی مسلمان ملک کے بنانے میں ساتھ دیں۔ چنانچہ اس انتہائی اہم دور میں جماعت احمدیہ کیا کر رہی تھی اور وہ جماعتیں جو آج پاکستان پر مسلط کی جارہی ہیں ان کا کردار کیا تھا۔ اس سلسلہ میں مَیں چند اقتباس غیر احمدی اخباروں سے نکال کر پیش کر رہا ہوں تا کہ آج تاریخ کا جو حلیہ بگاڑا جا رہا ہے مسلمانان پاکستان اور مسلمانان عالم دیکھیں تو سہی کہ اصل ظالم کون تھا اور مسلمانوں کے ساتھ سچی ہمدردی رکھنے والا، پیار کرنے والا ان کی خاطر جان و مال قربان کرنے والا کون تھا۔ سید رئیس احمد جعفری اپنی کتاب ''حیات محمد علی جناح'' مطبوعہ ۱۹۷۴ء زیر عنوان ''اصحاب قادیان اور پاکستان'' لکھتے ہیں:۔

> ''اب ایک اور دوسرے بڑے فرقہ اصحاب قادیان کا مسلک اور رویہ پاکستان کے بارے میں پیش کیا جاتا ہے اصحاب قادیان کی دونوں جماعتیں مسلم لیگ کی مرکزیت، پاکستان کی افادیت اور مسٹر جناح کی سیاسی قیادت کی معترف اور مداح ہیں''۔ (صفحہ:۴۵۱)

اس زمانہ میں مسلمانوں کو اس جدوجہد کے دوران جو غیر معمولی مصائب کا سامنا کرنا پڑا اس کی تاریخ تو بہت دردناک ہے۔ مشرقی پنجاب کے علاقے میں مسلمانوں کے خون سے اس کثرت کے ساتھ ہولی کھیلی گئی ہے کہ اس ساری تاریخ کا احاطہ کرنا تو ممکن ہی نہیں اور نہ ہی کوئی دل ان دردناک داستانوں سے دوبارہ گزرنے کو گوارا کرے گا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جب عملی جہاد کا وقت آیا تو اس وقت مسلمان فرقوں میں سے احرار اور جماعت اسلامی کا کردار کیا تھا اور جماعت احمدیہ کا کردار کیا تھا۔ وہ وقت ایسا نہیں تھا جو صرف تبلیغی جہاد کا ہو۔ وہ وقت ایسا تھا جب کہ بدنی جہاد کا وقت تھا اور تلوار کے جہاد کا وقت بھی آچکا تھا۔ مسلمان عورتوں کی عزت و حرمت کے ساتھ ظلم کی ایک ہولی کھیلی جارہی تھی اور بچوں کو اچھال کر نیزوں میں پرویا جارہا تھا۔ الغرض لٹے ہوئے قافلوں اور ان کے ساتھ مظالم کے اتنے دردناک مناظر ہیں کہ زبان کو یارا نہیں کہ ان کا تفصیل سے ذکر کر سکے۔ بہر حال سب مسلمانوں کو بالعموم اس تاریخ سے واقفیت ہے۔ میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جب عملی جہاد کا وقت آیا تو کون تھا جو مسلمانوں کی خاطر جہاد کی صف اول میں لڑ رہا تھا۔ اخبار ''احسان'' جو ایک احراری

اخبار تھا (اب بند ہو چکا ہے) ۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کے شمارہ میں لکھتا ہے:

''قادیان کے نوجوان ملٹری کے جبر و تشدد کے باوجود خوفزدہ نہیں۔ وہ صرف اس بات کے خواہش مند ہیں کہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو یہاں سے نکال دیا جائے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ اب وہ آہستہ آہستہ موت کے گھیرے میں آتے جاتے ہیں اور نہرو کی حکومت جو کہتی تھی کہ کسی مسلمان کو مشرقی پنجاب سے نکلنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا وہ قادیان کے مسلمانوں کو وہاں سے زبردستی نکلوانے اور انہیں تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔'' (آج یہ کہا جارہا ہے کہ احمدی ہندوستان کے ایجنٹ ہیں) ''محکمہ حفاظت قادیان'' کے ماتحت کام کرنے والے نوجوان بعض اوقات چوبیس چوبیس گھنٹے کی ڈیوٹی ادا کرتے اور رات دن پہرہ دیتے ہیں۔''

اس مرحلہ پر حضور نے فرمایا:

میں خود بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میں شامل تھا اور مجھے یاد ہے کہ بعض دفعہ اڑتالیس گھنٹے نیند نہیں آسکتی تھی کیونکہ حالات ہی ایسے تھے علاوہ ازیں خدام تھوڑے تھے اور کام بہت زیادہ تھا اور بعض دفعہ اگر چند لمحے بھی نیند کے لئے مل جاتے تو یوں لگتا تھا کہ ہم گناہ کر رہے ہیں اور یہ احساس ہوتا کہ ہم سوئے کیوں یعنی یہ اس وقت کے احمدی نوجوانوں کے احساسات تھے اور پھر صرف قادیان میں ہی نہیں بلکہ اس کے اردگرد جتنے بھی مسلمان دیہات تھے انہیں بچانے اور ان کی خاطر لڑنے کے لئے قادیان سے مجاہد جایا کرتے تھے یہ اس زمانہ کا ذکر ہے۔ چنانچہ اخبار لکھتا ہے:

''بعض اوقات چوبیس چوبیس گھنٹے کی ڈیوٹی ادا کرتے اور رات دن پہرہ دیتے ہیں۔ گو نیند اور بے آرامی کی وجہ سے ان کی صحت کمزور ہو چکی ہے مگر وہ موت کے ڈر سے بھاگنے کی بجائے موت سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہیں۔ وہاں کوئی ملٹری مسلمان نہیں ہے۔ ہندو ملٹری اور سکھ پولیس انہیں ڈراتی دھمکاتی ہے۔ ہندو کیپٹن بھرا ہوا پستول ہاتھ میں پکڑے دہشت پھیلانے کے لئے ادھر ادھر پھرتا رہتا ہے''۔

پھر یہی اخبار ۲/اکتوبر ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں مزید لکھتا ہے:

’’لمبی چوڑی باتیں لکھنے کا وقت نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔(یعنی اس اخبار میں کسی غیر احمدی مسلمان کا خط چھپا ہے جو ان دنوں قادیان میں پناہ لئے ہوئے تھا وہ لکھتا ہے کہ)اس وقت ہم کم وبیش پچاس ہزار افراد قادیان میں پناہ لئے بیٹھے ہیں ہمیں احمدیوں کی طرف سے زندہ رہنے کے لیے کھانا مل رہا ہے۔ بعض کو مکان بھی مل چکے ہیں۔ مگر اس قصبہ میں اتنی گنجائش کہاں ، ہزاروں آسمان کی چھت کے نیچے زمینی فرش پر پڑے ہیں جنہیں دھوپ بھی کھانا پڑتی ہے اور بارش میں بھی بھیگنا پڑتا ہے‘‘۔ (’’احسان‘‘ لاہور ۲/اکتوبر ۱۹۴۷ء)

علاوہ ازیں حکومت پاکستان کی طرف سے ایک کتاب ’’کاروان سخت جان‘‘ کے نام سے شائع ہوئی اس میں تقسیم ملک کی تاریخ کا ذکر ہے۔حکومت پاکستان کے محکمہ دفاع کی طرف سے شائع شدہ یہ کتاب قادیان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہے:

’’یہ مقام علاوہ اپنی صنعتی اور تجارتی شہرت کے جماعت احمدیہ کا مرکز ہونے کی وجہ سے مشہور ہے۔اس کے گردونواح میں تمام تر سکھوں کی آبادی ہے ۔ چنانچہ فسادات کے ایام میں بیس بیس میل دور کے مسلمان بھی قادیان شریف میں پناہ لینے کے لئے آگئے‘‘۔

کل تک تو ’’قادیان شریف‘‘ تھا مگر آج تم ربوہ کو بھی دنیا کا ناپاک ترین شہر بنا رہے ہو، **نعوذ باللہ من ذالک** اور کہتے ہو کہ جس طرح یہودیت کا اسرائیل ہے اسی طرح ربوہ بھی مرزائیل ہے **نعوذباللہ من ذالک**۔اس وقت تو تمہاری زبانوں سے حق جاری ہوا تھا کہ قادیان نہ کہو یہ تو قادیان شریف ہے۔ یہاں خدا کے پیارے بستے ہیں۔ خدا کے پیاروں نے یہ بستی آباد کی ہے اور اسلام کے فدائی اس بستی میں آباد ہیں۔ جب تک یہ یادیں اس بستی سے وابستہ رہیں گی شرفاء اسے ہمیشہ قادیان شریف کے نام سے ہی یاد کرتے رہیں گے۔اس وقت کی حکومت پاکستان کی شرافت کی بھی داد دینی پڑتی ہے کہ اس نے حق کا اظہار کرتے ہوئے ان احراری مولویوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

’’یہ تعداد بڑھتے بڑھتے پچھتّر ہزار نفوس تک پہنچ گئی‘‘

مجھے یاد ہے کہ ان پناہ گزینوں کو باقاعدہ کھانا دیا جاتا رہا چونکہ خطرناک حالات نظر آ رہے تھے اس لئے حضرت مصلح موعودنے بڑی حکمت عملی کے ساتھ حالات کو جانچ کر جلسہ سالانہ کی ضروریات سے کہیں زیادہ گندم اکٹھی کی ہوئی تھی۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے وہاں ایک بھی مسلمان کو فاقوں نہیں مرنے دیا گیا بلکہ حاجتمندوں کی ضروریات کو ترجیح دیتے ہوئے جہیزوں کے قیمتی کپڑے بھی ان میں تقسیم کئے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے خود اپنی بیگم کے قیمتی کپڑے تقسیم کر کے اس کام کا آغاز کیا۔ حضرت بیگم صاحبہ چونکہ نواب مالیر کوٹلہ کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اس لئے ان کپڑوں میں بعض اتنے قیمتی اور پرانے خاندانی ملبوسات چلے آرہے تھے کہ وہ ان کو خود بھی نہیں پہنا کرتی تھیں کہ کہیں خراب نہ ہو جائیں لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ علیہ نے سب کے سامنے اور سب سے پہلے اپنے گھر سے کپڑوں کے بکس کھولنے شروع کئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان غرباء کو جن کے خواب وخیال میں بھی ایسے کپڑے نہیں آسکتے تھے تقسیم کر دیئے۔ لینے والے تقریباً سارے غیر احمدی مسلمان تھے۔ پھر اس کے بعد تو ہر گھر کے ہر کمرہ کے ہر بکس کے منہ کھل گئے اور جو کچھ تھا وہ سارا اپنے مصیبت زدہ غیر احمدی مسلمان بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ میں جب آخر میں قادیان سے نکلا ہوں تو میرے پاس ایک خاکی تھیلا تھا جس میں صرف ایک جوڑا تھا۔ یہ نہیں کہ کوئی چیز لا نہیں سکتے تھے بلکہ ہمارے سارے گھر خالی پڑے ہوئے تھے اور جو کچھ تھا وہ سب تقسیم کر دیا گیا تھا۔

”چونکہ ان پناہ گزینوں کو ظالم اور سفاک سکھوں نے بالکل مفلس اور قلاش کر دیا تھا۔ لہٰذا قادیان کے باشندگان نے ان بیچاروں کی کفالت کا بیڑا اٹھایا۔ ظاہر ہے اتنی بڑی جمعیت کے لئے خوراک اور رہائش کا بار اٹھانا کوئی معمولی کام نہیں ہے اور خصوصاً ایسے ایام میں جب کہ ضروریات زندگی کی اتنی گرانی ہو چنانچہ یہ ناخواندہ مہمان قادیان کی کفالت میں اُس وقت تک رہے جب تک حکومت نے عمداً اُن کو ایسا کرنے سے روک نہ دیا“۔

(”کاروان سخت جان“ صفحہ:۱۴۳۔۱۴۴ ناشر ادارہ رابطہ قرآنی دفتر محاسبات دفاع پاکستان مارچ ۱۹۵۱ء)

اخبار ”زمیندار“ اپنی اشاعت ۲؍ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں لکھتا ہے کہ:

’’ضلع گورداسپور میں یوں تو متعدد مقامات پر مسلمان محصور ہیں مگر تین کیمپ بہت بڑے ہیں (۱) بٹالہ کے پناہ گزینوں کی حالت بہت خراب ہے

جسے کل تک بٹالہ شریف کہا کرتے تھے لیکن جب عملاً امتحان کا وقت آیا تو منہ سے لفظ ’’شریف‘‘ نہیں نکلا کیونکہ وہاں مسلمانوں کا پرسان حال ہی کوئی نہیں تھا۔ اس سے متعلق کہتے ہیں کہ

بٹالہ کے پناہ گزینوں کی حالت بہت ہی خراب ہے۔ نہ سر چھپانے کے لئے کوئی پناہ گاہ ہے، نہ کھانے کے لئے کوئی چیز ہے۔ ہندو فوجیوں نے قیامت برپا کر رکھی ہے زیورات اور سامان پر ڈاکے ڈالتے ہی جاتے تھے۔ اب تو خواتین کی عصمت وعزت پر بھی ہاتھ ڈالا جاتا ہے۔ دوسرا کیمپ سری گوبند پورہ میں ہے۔ وہاں کی صورت حال بھی بٹالہ سے کم خوفناک نہیں۔ تیسرا کیمپ قادیان میں ہے۔ اس میں شک نہیں مرزائیوں نے مسلمانوں کی خدمت قابل شکریہ طریقے پر کی‘‘۔

اخبار ’’زمیندار‘‘ پھر لکھتا ہے:

’’اس وقت ہزاروں پناہ گزین احمدیوں کے گھروں سے روٹیاں کھا رہے ہیں۔ قادیان کے مسلمانوں نے حکومت سے راشن کے لئے درخواست نہیں دی اور حکومت (جس کا نام ایک تھانیدار اور چند سکھ سپاہی ہے) قادیان سے غلہ غصب کر کے وہاں کے باشندوں اور پناہ گزینوں کو بھوکوں مارنا چاہتی ہے۔ کیا دنیا میں کسی قوم پر اس سے بڑھ کر بھی ظلم وستم کیا جا سکتا ہے‘‘۔

(زمیندار ۱۶/۱۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء)

ہاں میں کہتا ہوں کہ اس سے بھی بڑھ کر ظلم وستم کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ غیروں کے ہاتھوں ظلم خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اس سے اتنا دکھ نہیں پہنچا کرتا جتنا اپنوں کے ہاتھوں تکلیف پہنچے تو دکھ محسوس ہوتا ہے۔ جب وہ ہاتھ جن سے یہ امیدیں وابستہ ہوں کہ وہ حفاظت کریں گے اور وہ زبانیں جن سے یہ امیدیں وابستہ ہوں کہ وہ تائید میں چلیں گی مگر وہ ہاتھ مخالفت میں اٹھنے لگیں اور وہ زبانیں چر کے لگانے لگیں اور اپنوں ہی کی مخالفت کرنے لگیں۔ میں ’’زمیندار‘‘ کے اس

کالم نویس سے کہتا ہوں کہ ہاں وہ دکھ اس سے بہت زیادہ ہوا کرتا ہے اور وہ دکھ تم لوگوں سے پہنچا ہے۔ وہ دکھ مجلس احرار سے مسلمانوں کو پہنچا ہے اور مبینہ جماعت اسلامی سے وہ دکھ مسلمانوں کو پہنچا ہے۔ کوئی دکھ کسی ہندو یا سکھ کے ہاتھ سے پہنچا ہوا اتنا شدید نہیں ہے جتنا شدید اپنوں سے پہنچا ہوا دکھ۔ اگر آپ بھول چکے ہوں تو آپ کی یاد دہانی کے لئے میں جماعت اسلامی سے متعلق غیر احمدی مسلمانوں کے چند حوالے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ لیکن ان سے پہلے میں ایک حوالہ مولوی مودودی کا ہی پیش کر رہا ہوں بعد ازاں دوسروں کے حوالے ان کے متعلق پیش کروں گا۔ وہ دور جو تحریک قیام پاکستان کا نہایت ہی اہم دور تھا جبکہ مسلمان زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ اس وقت جماعت احمدیہ تو قربانیوں میں حصہ لے رہی تھی اور اس تحریک کے نتیجہ میں جو پاکستان تعمیر ہو رہا تھا اس کے متعلق مودودی صاحب کا تصور کیا تھا اور ان کے فتوے کیا تھے؟ ان سے متعلق مولانا موصوف لکھتے ہیں:۔

> ’’اگر میں اس بات پر خوش ہوں کہ یہاں رام داس کی بجائے عبداللہ خدائی کے منصب پر بیٹھے گا تو یہ اسلام نہیں ہے بلکہ نرا نیشنلزم اور یہ ’’مسلم نیشنلزم‘‘ بھی خدا کی شریعت میں اتنا ہی زیادہ ملعون ہے جتنا ہندوستانی نیشنلزم‘‘۔
>
> (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ:۸۱)

دیکھیں کیسے کیسے بہانے تراشے جا رہے ہیں کہ مسلمانوں کو کانگریس کا غلام بنا دیا جائے اور کانگریسی نیشنلزم کی تائید میں تو سارے مسلمان زور لگائیں لیکن مسلم نیشنلزم بڑا ملعون ہے اس کے قریب تک نہیں جانا چاہئے۔ پھر فرماتے ہیں:

> ’’نہ ہندوؤں سے ہمارا کوئی قومی جھگڑا ہے نہ انگریزوں سے، وطنیت کی بنیاد پر ہماری لڑائی ہے (احمدیوں کے خلاف جہاد کے فتوے دینے والوں کے اپنے فتوے یہ ہیں) نہ ان ریاستوں سے ہمارا کوئی رشتہ ہے جہاں نام نہاد مسلمان خدا بنے بیٹھے ہیں‘‘۔

جب تک ان ریاستوں میں تیل نہیں نکلا تھا اس وقت تک تو کوئی رشتہ نہیں تھا۔ اب تیل کا رشتہ جو نکلا ہے تو یہ بیچارے کیا کریں۔ یہ تو ایسا ہی واقعہ ہے جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرمایا

کرتے تھے کہ ایک دفعہ ایک ملّاں نے نکاح پر نکاح پڑھ دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دل میں اس کی بڑی عزت تھی کیونکہ وہ نیکی میں مشہور تھا۔ آپ نے کہا کہ میں نہیں مان سکتا کہ ایسا واقعہ ہوا ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ واقعۃً ایسا ہی ہوا ہے آپ اس ملّاں کو بلا کر دیکھ لیں۔ چنانچہ آپؓ نے اُسے بلوایا اور دریافت فرمایا کہ مولانا صاحب! آپ سے پوچھتے ہوئے بھی شرم آتی ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ نے نکاح پر نکاح پڑھ دیا ہو، مگر لوگ کہتے ہیں۔ تو ملّاں نے عرض کیا کہ آپ یونہی مجھے متہم کر رہے ہیں پہلے میری بات تو سن لیں۔ آپؓ نے فرمایا ہاں بتاؤ کیا بات ہے۔ ملّاں نے عرض کیا کہ میں بھی اس بات کا قائل ہوں کہ نکاح پر نکاح نہیں ہوسکتا۔ اور پھر پنجابی میں کہا ''لیکن جدوں دوجے نے چڑی جڈا روپیہ میرے ہتھ تے رکھ دتا تے فیر میں کیہ کردا'' یعنی ٹھیک ہے نکاح پر نکاح نہیں ہوسکتا لیکن اگر ایک پارٹی چڑیا کے برابر روپیہ ہاتھ پر رکھ دے تو مولوی بیچارا کیا کرے۔ تو یہ ہے جماعت اسلامی جس کا ان مسلمان ممالک سے کل تک کوئی رشتہ نہیں تھا اور جہاں ان کے نزدیک مسلمان خدا بنے بیٹھے تھے۔ اب وہاں تیل نکل آیا ہے تو یہ بیچارے کیا کریں بالکل بے اختیار ہیں۔ دین الگ معاملہ ہے اور دولت الگ چیز ہے۔ بہر حال جب دولت کا معاملہ سامنے ہو تو پھر مولوی بیچارہ کیا کرے۔ چنانچہ مولوی مودودی کہتے ہیں:

> ''نہ اقلیت کے تحفظ کی ہمیں ضرورت ہے (مجاہدین اسلام کے عجیب تصورات ہیں) نہ اکثریت کی بنیاد پر ہمیں قومی حکومت مطلوب ہے ۔۔۔۔۔۔۔ جو کچھ جاتا ہے جانے دو۔ سیدنا مسیح کے قول کے مطابق جبہ جاتا ہے تو کُرتہ بھی چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ''۔
>
> (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ: ۹۷۔۹۹)

اے ظالم! تجھے اس وقت سیدنا حضرت محمد مصطفی ﷺ کی تعلیم کیوں یاد نہیں آئی کہ جو مسلمان اپنی جان، مال اور عزت کی حفاظت کے لئے لڑتا ہوا مارا جاتا ہے وہ شہید ہوگا، تمہیں کیوں خیال نہیں آیا کہ اس وقت کتنی مسلمان عورتوں کی عزتیں خطرہ میں تھیں، ان کی عصمتیں خطرہ میں تھیں، حضرت محمد مصطفی ﷺ کے نام کی حرمت خطرہ میں تھی، مسلمان قوم کے احیاء کا سوال تھا، مسلمان قوم کی بقاء کا سوال تھا۔ اس وقت تمہیں سیدنا محمد مصطفی ﷺ کا کوئی قول یاد نہیں آیا۔ اس وقت اگر کوئی قول یاد

آتا ہے تو سیدنا مسیحؑ کا یہ قول کہ جبہ جاتا ہے تو کُرتہ بھی چھوڑ دینے پر تیار ہو جاؤ اور آج ہمارے متعلق یہ باتیں کرتے ہو کہ ہم جہاد کے خلاف ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:

''جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر مسلم اکثریت کے علاقے ہندو اکثریت کے تسلط سے آزاد ہو جائیں اور یہاں جمہوری نظام قائم ہو جائے تو اس طرح حکومت الٰہی قائم ہو جائے گی، ان کا گمان غلط ہے۔ دراصل اس کے نتیجہ میں جو کچھ حاصل ہوگا وہ صرف مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہوگی (آج جس حکومت کی تائید میں یہ کہتے ہیں کہ فرمان الٰہی جاری ہو رہا ہے کل تک وہ یہ کہہ رہے تھے کہ) جو کچھ بھی حاصل ہوگا وہ صرف مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہوگی۔ اس کا نام حکومت الٰہی رکھنا اس پاک نام کو ذلیل کرنا ہے''۔

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوئم صفحہ:۱۷۷)

''نوائے وقت'' کے بانی ایڈیٹر حمید نظامی صاحب نے جماعت اسلامی سے متعلق سچ کہا اور اس خیال کا بڑے زور سے اظہار کیا کہ:

''ہم الزام لگاتے ہیں کہ قائداعظمؒ اور تحریک پاکستان کے خلاف مولانا مودودی کا بغض آج بھی اسی طرح قائم ہے۔ ہم الزام لگاتے ہیں کہ مولانا کی تحریک ہرگز ایک اسلامی اور دینی تحریک نہیں۔ وہ حسن بن صباح کی طرح سیاسی ڈھونگ رچائے ہوئے ہیں اور ان کا مقصد دین کی سربلندی کی بجائے سیاسی اقتدار کا حصول ہے'' (نوائے وقت ۱۵ر جولائی ۱۹۵۵ء صفحہ:۳)

جب مولوی مودودی صاحب کی اپنی تحریروں سے یہ باتیں ثابت ہیں تو پھر اس الزام کو رد کرنے کی کوئی گنجائش تو نظر نہیں آتی لیکن صرف اسی پر انحصار نہیں بلکہ ان معاملات پر غور کرنے کے لئے کہ کون پاکستان کا سجن اور کون دشمن، کون سگا اور کون سوتیلا ہے۔ حکومت پاکستان نے ۱۹۵۳ء میں اینٹی احمدیہ تحریک پر ایک عدالت قائم کی جس کے منصفین میں ایک جسٹس منیر تھے جن کا نام ساری دنیا میں مشہور ہے اور آپ ایک بہت اعلیٰ پائے کے قانون دان کے طور پر معروف ہیں اور ایک جسٹس کیانی

تھے۔آپ دونوں ممبر تھے۔آپ نے اپنی رپورٹ کے صفحہ ۲۲۱ پر جماعت اسلامی کے متعلق لکھا:

''جماعت (اسلامی) مسلم لیگ کے تصور پاکستان کی علی الاعلان مخالف تھی اور جب سے پاکستان قائم ہوا ہے جس کو''ناپاکستان'' کہہ کر یاد کیا جاتا ہے، یہ جماعت موجودہ نظام حکومت اوراس کے چلانے والوں کی مخالفت کررہی ہے۔ہمارے سامنے جماعت کی جوتحریریں پیش کی گئی ہیں ان میں سے ایک بھی نہیں جس میں مطالبہ پاکستان کی حمایت کا بعید سا اشارہ بھی موجود ہو''۔

آج کل بھی پاکستان کے اخباروں میں شائع کیا جارہا ہے اورآج سے پہلے بھی جماعت اسلامی اپنی بعض تحریریں پیش کیا کرتی تھی کہ ہم دراصل قیام پاکستان کے خلاف نہیں تھے۔چنانچہ تحقیقاتی عدالت میں جماعت اسلامی کی طرف سے وہ ساری تحریریں پیش ہوئیں تو ان سے متعلق تحقیقاتی رپورٹ میں لکھا جارہا ہے کہ:

''ان میں سے ایک بھی نہیں جس میں مطالبہ پاکستان کی حمایت کا بعید سا اشارہ بھی موجود ہواس کے برعکس یہ تحریریں جن میں کئی مفروضے بھی شامل ہیں تمام کی تمام اس شکل کی مخالف ہیں جس میں پاکستان وجود میں آیا اور جس میں اب تک موجود ہے''۔

یہ تو تھا جماعت اسلامی کا کردار جو جماعت احمدیہ کی اولین دشمن جماعت ہے دوسرے نمبر پر مجلس احرار ہے۔جو اِس وقت ہماری بدقسمت حکومت پر مسلط کئے گئے ہیں۔اس مسلم مملکت (پاکستان) کی تعمیر کے وقت جماعت احرار کا کردار کیا تھا۔اس وقت جب کہ مسلمانوں کی ہندوؤں کے خلاف قومی جدوجہد تھی اور مسلمان کی بقاء کے لئے ایک بڑی شدید جنگ لڑی جارہی تھی اس وقت احراری علماء مسلمانوں کو جو سبق دے رہے تھے اس کے متعلق چند اقتباسات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔رئیس الاحرار جناب حبیب الرحمان صاحب لکھتے ہیں:

''تم ہندوؤں سے ڈرتے ہو کہ ہمیں کھا جائیں گے (ان سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی کسی الگ ملک کی ضرورت ہے) ارے! جو مرغے کی ایک ٹانگ نہیں کھا سکتا وہ تمہیں کیا کھا جائے گا، ڈرنا ہندوؤں کو

چاہئے کہ تم سے کمزور ہیں وہ صرف چھ صوبوں میں ہیں تمام سرحدات پر تم رہتے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔ بھائی پر مانند اگر بزدلی کی بات کرتا ہے تو وہ سچا ہے“۔

(رئیس الاحرار صفحہ: ۲۰۵)

پھر امیر شریعت عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری فرماتے ہیں:

”سبحان اللہ! کہتے ہیں ہندو ہم کو کھا جائے گا۔ مسلمان پورا اونٹ کھا جاتا ہے پوری بھینس کھا جاتا ہے اس کو ہندو کیسے کھا سکتا ہے جو چڑیا بھی نہیں کھا سکتا“۔ (تقریر سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری بمقام ایبٹ آباد رسالہ ترجمان الاسلام لاہور ۲۲ ستمبر ۱۹۶۱ء صفحہ: ۱۲)

یہ ہے ان کا جہاد۔ ”ذ“ کے ساتھ ”غذا“ کے ”غازی“ تو ہیں، بھینس اور اونٹ کھانے والے تو ہیں لیکن جب دوسری قومیں واقعۃً ان کو کھانے کے لئے آتی ہیں تو اس وقت کوئی جہاد باقی نہیں رہتا۔ اُس وقت اگر کوئی ان کے دفاع کے لئے اپنی جان اور مال قربان کرنے کے لئے آتا ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہی کے نوجوان اور مجاہدین ہوتے ہیں۔ ہر دور میں یہی واقعہ ہوا ہے اور اسے بار بار دہرایا گیا ہے۔ آپ کو میدان جہاد میں کوئی احراری یا جماعت اسلامی کا آدمی دور تک بھی نظر نہیں آئے گا۔ کتنے ہیں جو فلسطین میں جا کر خدمتیں کر رہے ہیں؟ کتنے ہیں جنہوں نے کشمیر موومنٹ میں حصّہ لیا؟ کتنے ہیں جنہوں نے کشمیر کی بعد کی جنگ میں حصّہ لیا؟ کوئی ایک مقام تو دکھائیں جہاں اسلام یا مسلمان کو خطرہ ہو اور یہ لوگ صف اوّل تو کجا آخری صف میں ہی جا کر لڑے ہوں۔ اقبال کا نام آج جپا جا رہا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ پاکستان کا بنانے والا ہے اور اس کا تصور ایک الہامی درجہ رکھتا تھا۔ لیکن کل یہی لوگ کیا کہہ رہے تھے۔ یہی احراری کہتے تھے:

”بلاشبہ پاکستان کا یہ تخیّل ”سیاسی الہام“ ہے مگر ربّانی الہام نہیں ہے بلکہ ”قصر بکنگھم کا الہام“ ہے جو ڈاکٹر اقبال کو بھی جب ہی ہوا تھا۔۔۔۔ جب وہ لندن سے قریب ہی زمانہ میں واپس تشریف لائے تھے“۔

(”تحریک پاکستان پر ایک نظر“ صفحہ: ۱۸۔۱۹ از حضرت علامہ الحاج مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب سیوہاری ناظم اعلیٰ مرکزیہ جمعیۃ علماء ہند)

الہام کس کی طرف سے ہوتا ہے اور کیا ہوتا ہے اس کا سارا راز تو احراریوں کو معلوم ہے۔ وہ الہام اللہ کی طرف سے تھا یا قصر بکنگھم میں ہوا دونوں جگہ ان کے پہرے دار موجود ہیں اس لئے انہیں فوراً پتہ لگ جاتا ہے چنانچہ یہ الہام پاکستان جس کے متعلق آج کہتے ہیں کہ علامہ اقبال کے دل پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا تھا کل تک اس کے متعلق یہ کہہ رہے تھے کہ یہ قصر بکنگھم کا الہام ہے۔ مولانا ظفر علی خان صاحب ''چمنستان'' میں ایک مشہور و معروف احراری لیڈر مولوی حبیب الرحمان صاحب (جو اس زمانہ میں صدر مجلس احرار تھے) کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کے مقابل پر ہندوؤں کی کیسی خدمات کیں اور ہندو راہنماؤں کو مسلمانوں میں دوبارہ ہر دلعزیز بنانے کے لئے کیسے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دئے ان میں سے ایک کارنامہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''میرٹھ میں مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی صدر مجلس احرار اس قدر جوش میں آئے کہ دانت پیستے جاتے تھے، غصّہ میں آکر ہونٹ چباتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ دس ہزار جیناؔ اور شوکتؔ اور ظفرؔ جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جاسکتے ہیں''۔ (چمنستان صفحہ: ۱۶۵)

یہ تھا ان کا جذبہ جہاد اور جوش و خروش۔ پھر مولوی حبیب الرحمٰن صاحب جب عمل کے میدان میں کودے تو اس وقت چشم فلک نے کیا کیا نظارے دیکھے، وہ بھی دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ اقتباس کتاب ''رئیس الاحرار'' صفحہ ۷۴، ۷۵ سے لیا گیا ہے لکھا ہے کہ:

> ''۱۹۲۸ء میں آل انڈیا مسلم کشمیر کانفرنس لدھیانہ میں ہوئی اس کی صدارت کے لئے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے خواجہ محمد یوسف صاحب کے ذریعہ پنڈت موتی لعل نہرو کو کشمیر کانفرنس کا صدر بنایا'' (یہ بات سننے سے تعلق رکھتی ہے کہ پنڈت موتی لعل جو پنڈت جواہر لعل نہرو کے والد تھے کو کشمیر کانفرنس کا صدر بنایا)

پھر لکھتے ہیں:

> ''کانفرنس میں بڑے بڑے مسلمان کشمیری تاجروں نے پنڈت

موتی لعل کی گاڑی اپنے ہاتھ سے کھینچی۔ ایک لاکھ ہندو اور مسلمان نے اس کانفرنس میں شرکت کی۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ نہرو رپورٹ کی وجہ سے پنجاب میں پنڈت موتی لعل نہرو کی ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں میں سخت مخالفت ہو رہی تھی لیکن رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی اس تدبیر سیاست نے ہوا کا رُخ پلٹ دیا''۔

دیکھئے احرار نے کیسے کیسے عظیم الشان مجاہدین اسلام پیدا کئے ہیں! صرف یہی نہیں اس زمانہ میں مشرقی بنگال میں کیا ہو رہا تھا اس کی داستان اگر آپ رسالہ ''طلوع اسلام'' (کراچی) ۲۶/ مارچ ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۱ سے پڑھ کر دیکھیں تو حیرت ہوگی کہ یہ لوگ اس وقت وہاں کیا کر رہے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

''۱۹۴۶ء کے الیکشن کا اعلان ہو گیا جو پاکستان کے نام پر لڑا جا رہا تھا۔ الیکشن کے سلسلہ میں کلکتہ اور بھارت کے دوسرے مقامات کے بہت سے مسلم لیگی لیڈروں نے مشرقی بنگال کا دورہ کیا اور لوگوں پر پاکستان کی اہمیت واضح کرنی شروع کر دی۔ مسلم لیگی لیڈروں کا اثر اور عوام کو پاکستان کی حمایت پر آمادہ دیکھ کر ہندوؤں نے اپنے اجیر مولویوں کو مسلم لیگی لیڈروں کا زور توڑنے کے لئے بھیجا۔ ''روح جعفر'' کے ان تازہ پیکروں نے اپنی تقریروں میں مسلم لیگی لیڈروں پر کفر کے فتوے لگائے۔ پاکستان کی تحریک کو انگریزوں کا خود کاشتہ شگوفہ بتایا اور ہر ممکن کوشش کی کہ یہ تحریک مقبول عام نہ ہونے پائے''۔

اب میں احرار سے متعلق جسٹس منیر اور جسٹس کیانی کی رپورٹ میں سے ایک دو اقتباسات پڑھ کر سناتا ہوں جن سے آپ کو یہ اندازہ ہوگا کہ انہوں نے جماعت اسلامی کی طرح کوئی توبہ نہیں کی اور پاکستان کے تصور کو نہ پہلے قبول کیا تھا نہ بعد میں بلکہ لوگوں کو پہلے کی طرح دھوکہ اور فریب دیتے رہے اور اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کے لئے اسلام کا مقدس نام استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ جسٹس منیر، کیانی رپورٹ صفحہ ۱۴۹۔۱۵۰ میں درج ہے:

''ان (احراریوں) کے ماضی سے ظاہر ہے کہ وہ تقسیم سے پیشتر

کانگریس اور ان دوسری جماعتوں سے مل کر کام کرتے تھے جو قائد اعظم کی جدوجہد کے خلاف صف آراء ہو رہی تھیں ۔۔۔۔۔۔اس جماعت نے دوبارہ اب تک پاکستان کے قیام کو دل سے گوارا نہیں کیا‘‘

احرار کے مقاصد کی وضاحت کرتے ہوئے انکوائری رپورٹ کہتی ہے:

’’ان لوگوں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان اختلافات پیدا کریں اور پاکستان کے استحکام کے متعلق عوام کے اعتماد کو نقصان پہنچائیں۔ اس شورش کا یہ مقصد بالکل واضح ہے کہ مذہب کا لبادہ اوڑھ کر فرقہ وارانہ اختلافات کی آگ کو بھڑکایا جائے اور مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کر دیا جائے‘‘۔

(انکوائری رپورٹ صفحہ:۱۵۰)

پھر اسی رپورٹ کے صفحہ ۲۷۸ پر احرار کا ذکر ان الفاظ میں ہوتا ہے:

’’احرار کے رویے کے متعلق ہم نرم الفاظ استعمال کرنے سے قاصر ہیں۔ ان کا طرز عمل بطور خاص مکروہ اور قابل نفرین تھا اس لئے کہ انہوں نے ایک دنیاوی مقصد کے لئے ایک مذہبی مسئلہ کو استعمال کر کے اس مسئلہ کی توہین کی‘‘۔

پھر اسی رپورٹ کے صفحہ ۲۷۵ پر احراری لیڈر مولوی محمد علی جالندھری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’مولوی محمد علی جالندھری نے ۱۵ر فروری ۱۹۵۳ء کو لاہور میں تقریر کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ احرار پاکستان کے مخالف تھے۔۔۔۔۔۔اس مقرر نے تقسیم سے پہلے اور تقسیم کے بعد بھی پاکستان کے لئے پلیدستان کا لفظ استعمال کیا اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔عطاء اللہ شاہ بخاری نے۔۔۔۔۔۔ایک تقریر میں کہا، پاکستان ایک بازاری عورت ہے جس کو احرار نے مجبوراً قبول کیا ہے۔‘‘

یہ ہیں مجاہدین اسلام کے کارنامے لیکن ان کارناموں کی کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی بلکہ انکی جدوجہد اب ایک نازک دور میں داخل ہو چکی ہے۔ احراریوں نے پاکستان کے خلاف مختلف وقتوں

میں ہر حربہ استعمال کیا، کبھی جماعت احمدیہ کو بہانہ بنایا اور کبھی اور بہانے تلاش کر کے پاکستان کو نیست ونابود کرنے کی جو کوششیں یہ کر سکتے تھے کر چکے ہیں اور ہر بار اللہ تعالیٰ کے فضل نے پاکستان کو بچایا اور ان کو ذلت آمیز شکست ہوئی اور اپنے ارادوں میں ناکام اور نامراد رہے۔ لیکن اب یہ تحریک ایک انتہائی خطرناک دور میں داخل ہو رہی ہے بلکہ ہو چکی ہے۔ اب ان بدقسمتوں نے آخر یہ فیصلہ کیا ہے کہ پاکستان کی جان تو کلمہ توحید لا الٰہ الا اللّٰہ میں ہے اسی کی طاقت سے پاکستان بنایا گیا اور اس کلمہ توحید کو مٹانے سے ہی یہ پاکستان مٹے گا۔ یہ بات تو ان کی درست ہے لیکن اقدام نہایت ہی ناپاک اور ذلیل ورسواکن ہے۔ معلوم یہی ہوتا ہے کہ اب ایک منصوبہ کے تحت وہ یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ اس ملک کو مٹانے کے لئے اگر کلمہ توحید کو بھی نیست ونابود کرنا پڑے تو ہم ایسا کر کے چھوڑیں گے۔ چنانچہ پاکستان میں اس غرض سے ایک عام تحریک چلائی گئی ہے اور اس ملک کی یہ انتہائی بدقسمتی ہے کہ وہ لوگ جو ملک کی حفاظت کے لئے مامور تھے، جن کے سپرد یہ کام تھا کہ پاکستان اور پاکستان کی روح کو جس طرف سے بھی خطرہ ہو گا وہ اس کے مقابل پر لڑیں گے اور اس کے دفاع کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ آج ان کو ہی آلۂ کار بنا کر کلمہ توحید یعنی پاکستان کی جان پر حملہ کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارے سامنے جو مختلف واقعات رونما ہو رہے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک الہام کے پورا ہونے کا دور آ گیا ہے اور زمین میں بسنے والوں کی آراء اور خیالات تبدیل ہو رہے ہیں۔ چنانچہ کلمہ مٹانے کی تحریک کے سلسلہ میں بکثرت ایسے خطوط اور ایسی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں کہ حکومت پاکستان کے افسران نے جب پولیس کو حکم دیا کہ وہ کلمہ مٹائیں تو وہ مسجدوں میں پہنچے لیکن احمدیوں کی گریہ وزاری کے نتیجہ میں ان کے دل کانپ گئے اور بعضوں نے کلمہ مٹانے سے بالکل صاف انکار کر دیا۔

چنانچہ ایک موقع پر ایک مجسٹریٹ نے اپنے ساتھ آئی ہوئی پولیس فورس کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ (احمدی) بغیر یونیفارم کے تو کسی شخص کو کلمہ نہیں مٹانے دیں گے، یہ تو سردھڑ کی بازی لگائے بیٹھے ہیں لیکن اگر حکومت مٹائے تو احمدی کہتے ہیں کہ ہم مزاحمت نہیں کریں گے۔ اس صورت میں اللہ جانے اور حکومت۔ جب وہ مجسٹریٹ اتنی بات کہہ رہا تھا تو ایس۔ ایچ۔ او نے کہا کہ جناب یہ باتیں تو بعد میں طے ہوں گی پہلے یہ بتائیں کہ مٹائے گا کون؟ اس نے کہا کہ لازماً تم ہی مٹاؤ گے تمہیں اسی

لئے ساتھ لایا ہوں۔اس پر ایس۔ایچ۔او نے کہا یہ میری پیٹی ہے اور یہ میرا Star ہے جہاں مرضی لے جائیں مگر خدا کی قسم میں کلمہ نہیں مٹاؤں گا اور نہ ہی میری فورس کا کوئی آدمی کلمہ مٹائے گا۔اس لئے جب تک یہ فیصلہ نہ کرلیں کہ کلمہ کون مٹائے گا اس وقت تک یہ ساری باتیں فضول ہیں کہ کس طرح مٹایا جائے۔اس قسم کا ایک واقعہ نہیں ہوا پاکستان کے طول وعرض میں ایسے کئی واقعات رونما ہورہے ہیں کہ پولیس جو پاکستان میں سب سے زیادہ بدنام انتظامیہ مشہور ہے اور جسے ظالم، سفاک، بے دین اور بے غیرت کہا جاتا ہے اور ہر قسم کے گندے نام دیئے جاتے ہیں لیکن کلمہ کی محبت ایسی عظیم ہے، کلمہ کی طاقت اتنی عجیب ہے کہ ان کے دلوں میں بھی تبدیلی پیدا ہورہی ہے اور ایک جگہ سے نہیں متعدد جگہوں سے بارہا یہ اطلاعات مل رہی ہیں کہ پولیس نے کلمہ مٹانے سے صاف انکار کر دیا ہے اور یہ کہا کہ کوئی اور آدمی پکڑو جو کلمہ مٹائے ہم اس کے لئے تیار نہیں۔

اسی طرح بعض مجسٹریٹس کے متعلق اطلاعیں مل رہی ہیں کہ وہ بڑے ہی مغموم حال میں سر جھکائے ہوئے آئے، معذرتیں کیں اور عرض کیا کہ ہم تو مجبور ہیں، ہم حکومت کے کارندے ہیں، تم ہماری خاطر کلمہ مٹادو۔احمدیوں نے کہا کہ ہم تو دنیا کی کسی طاقت کی خاطر بھی کلمہ مٹانے کے لئے تیار نہیں ہیں، اگر تم جبراً مٹانا چاہتے ہو تو مٹاؤ۔پھر مجسٹریٹ نے کہا کہ اچھا سیڑھی لاؤ تو جواب میں کہا گیا کہ ہمارے ہاتھ سیڑھی بھی نہیں لے کر آئیں گے۔پھر انہوں نے کسی اور سے سیڑھی منگوائی اور ایک آدمی کلمہ مٹانے کے لئے اوپر چڑھا۔اس وقت احمدیہ مسجد سے اتنی دردناک چیخیں بلند ہوئیں کہ یوں لگتا تھا کہ جیسے ان کا سب کچھ برباد ہو چکا ہے اور کوئی بھی زندہ نہیں رہا۔اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ خود مجسٹریٹ کی بھی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں اور ابھی کلمہ پر ایک ہتھوڑی پڑی تھی کہ مجسٹریٹ نے آواز دی کہ واپس آجاؤ ہم یہ کلمہ نہیں مٹائیں گے حکومت جو چاہتی ہے ہم سے سلوک کرے ہم اس کے لئے تیار نہیں۔

پس ایسے واقعات حیرت انگیز طور پر رونما ہورہے ہیں اور جب بھی کوئی ایسا واقعہ ہوتا ہے تو مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ الہام یاد آجاتا ہے کہ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ (تذکرہ صفحہ:۱۸۹) کہ زمین پر بسنے والوں کی رائیں تبدیل کردی جائیں گی اور ان کے خیالات میں انقلاب برپا کیا جائے گا۔اگرچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کے دل میں کلمہ کا

احترام اکثر صورتوں میں موجود ہے اور وہ اس معاملہ میں حکومت سے تعاون کرنے کے لئے تیار نہیں لیکن بعض صورتوں میں نہایت ہی مکروہ واقعات سامنے آرہے ہیں اور انہیں دیکھ کر دل میں خوف پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کی وجہ سے کہیں اس ملک کو سزا نہ دے۔ ایک موقع پر ایک طالب علم کو ایک پولیس مین نے بس سے گھسیٹ لیا اور اس جرم میں کہ اس نے کلمہ کا بیج لگایا ہوا تھا تھانے لے گیا اور وہاں کلمہ لگانے پر پانچ سو روپے اس کی سزا مقرر ہوئی اور اسے زدوکوب بھی کیا گیا۔ اس طالب علم نے کہا کہ میرے پاس پانچ سو روپے تو نہیں صرف تین سو روپے ہیں لیکن جہاں تک کلمہ کا تعلق ہے میں تو اسے نہیں اتاروں گا، اگر تم میں طاقت ہے تو بے شک نوچ لو، لیکن میرے دل سے کس طرح کلمہ نوچو گے، وہ تو پھر بھی دل ہی میں رہے گا۔ اس پر پولیس والوں نے کہا کہ اچھا ہم تمہیں ابھی سمجھا لیتے ہیں کہ کس طرح نوچیں گے۔ چنانچہ وہ اسے تھانے سے باہر لے گئے اور ایک پل کے نیچے شدید مارا اتنا مارا کہ جسم کا کوئی حصہ بھی ضرب سے خالی نہ رہا اور وہ تین سو روپے لے لئے اور کہا کہ اچھا تین سو روپے جرمانہ اس طرح وصول ہو گیا اور دو سو روپے مارنے سے وصول ہو گیا، ہم نے تو پانچ سو روپے پورے کر لئے۔ تو ایسے ظالم طبع لوگ بھی وہاں موجود ہیں۔

پس جماعت احمدیہ سے کسی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جماعت احمدیہ پاکستان تو اپنے ملک کے لئے جانیں نثار کرنے والی جماعت ہے اور اسی طرح ہر ملک کی جماعت احمدیہ اپنے اپنے ملک کی وفادار ہے۔ خطرہ تو ان بدقسمتوں سے ہے جو کلمہ کی توہین کرنے والے ہیں اور کلمہ بیچ کر کھا جانے والے ہیں۔

ایک اور انتہائی دردناک واقعہ جو ہمارے علم میں آیا وہ اس سے بھی زیادہ ظالمانہ ہے کہ ایک موقع پر جب پولیس نے بھی کلمہ مٹانے سے انکار کر دیا اور اس گاؤں کے سب مسلمانوں نے بھی صاف انکار کر دیا کہ ہم ہرگز یہ کلمہ نہیں مٹائیں گے تو اس بدبخت مجسٹریٹ نے سوچا کہ میں ایک عیسائی کو پکڑتا ہوں کہ وہ کلمہ مٹائے۔ چنانچہ اس نے ایک عیسائی سے کہا کہ وہ کلمہ مٹائے۔ اس نے کہا کہ میں اپنے پادری صاحب سے پوچھ لوں۔ پادری نے یہ فتویٰ دیا کہ دیکھو! اللہ سے تو ہمیں کوئی دشمنی نہیں ہے خدا کی وحدانیت کا تو ہم بھی اقرار کرتے ہیں اور وہ بھی۔ اس لئے کسی عیسائی کا ہاتھ **لا الہ الا اللہ** کو نہیں مٹائے گا، ہاں جاؤ اور (**نعوذ باللہ من ذالک**) محمد رسول اللہ ﷺ کے نام کو مٹا دو۔ اس

بد بخت اور لعنتی نے یہ گوارا کر لیا کہ ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ؐ کا نام ایک عیسائی کے ہاتھ سے مٹوا دے۔ مگر میں ان کو متنبہ کرتا ہوں اور خبر دار کرتا ہوں کہ ہمارے خدا کو جس طرح اپنے نام کی غیرت ہے اسی طرح ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ؐ کے نام کی بھی غیرت ہے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ خود مٹنے کے لئے تیار ہو گئے تھے مگر خدا کے نام کو مٹنے نہیں دیتے تھے۔ ہمارا خدا نہ خود مٹ سکتا ہے، نہ محمدؐ کے پاک نام کو کبھی مٹنے دے گا۔ اس لئے اے اہل پاکستان! میں تمہیں خبر دار اور متنبہ کرتا ہوں کہ اگر تم میں کوئی غیرت اور حیا باقی ہے تو آؤ اور اس پاک تحریک میں ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ کلمہ، اس کی عزت اور اس کی حرمت کو قائم کرو اور دنیا کے کسی آمر اور کسی آمر کی پولیس اور فوج سے خوف نہ کھاؤ۔ یہ وقت ہے اپنی جان کو خدائے جان آفرین کے سپرد کرنے کا، یہ وقت ہے خدا کی خاطر ہر طرح کی قربانیاں پیش کرنے کا، یہ وقت ہے یہ ثابت کرنے کا کہ ہم محمد مصطفیٰ ﷺ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور آپ ؐ کی عزت اور ناموس پر کسی کو حملہ نہیں کرنے دیں گے۔

پس اے اہل پاکستان! اگر تم اپنی بقا چاہتے ہو تو اپنی جان، اپنی روح، اپنے کلمہ کی حفاظت کرو۔ میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ اس کلمہ میں جس طرح بنانے کی طاقت ہے اس طرح مٹانے کی بھی طاقت موجود ہے۔ یہ جوڑنے والا کلمہ بھی ہے اور توڑنے والا بھی مگر ان ہاتھوں کو توڑنے والا ہے جو اس کی طرف توڑنے کے لئے اٹھیں۔ اللہ تمہیں عقل دے اور تمہیں ہدایت نصیب ہو“۔

خطبہ ثانیہ کے دوران فرمایا:

ایک اعلان کرنا تھا جو بھول گیا مرزا ظفر احمد صاحب جو حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے منجھلے صاحبزادے تھے۔ چند دن ہوئے کراچی میں حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جمعہ و عصر جمع ہوں گی اس کے بعد میں صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب مرحوم کی نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔ احباب ان کی مغفرت کی دعا میں ساتھ شامل ہوں۔